

خطبہ (۱۳)

اہل بصرہؐ کی مذمت میں

تم ایک عورت کی سپاہ اور ایک چوپائے کے تالع تھے۔ وہ بلبلایا تو تم لبیک کہتے ہوئے بڑھے اور وہ زخمی ہوا تو تم بھاگ کھڑے ہوئے۔ تم پست اخلاق و عهد شکن ہو۔ تمہارے دین کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ۔ تمہاری سرز میں کا پانی تک شور ہے۔ تم میں اقامت کرنے والا گناہوں کے جال میں جکڑا ہوا ہے اور تم میں سے نکل جانے والا اپنے پروردگار کی رحمت کو پالینے والا ہے۔ وہ (آنے والا) منظر میری آنکھوں میں پھر رہا ہے، جبکہ تمہاری مسجد یوں نمایاں ہو گی جس طرح کشتی کا سینہ در آنجا لیکہ اللہ نے تمہارے شہر پر اس کے اوپر اور اس کے نیچے سے عذاب بھیج دیا ہو گا اور وہ اپنے رہنے والوں سمیت ڈوب چکا ہو گا۔

[ایک اور روایت میں یوں ہے:]

خدا کی قسم! تمہارا شہر غرقؐ ہو کر رہے گا، اس حد تک کہ اس کی مسجد کشتی کے الگ حصے یا سینے کے بھل بیٹھے ہوئے شتر مرغ کی طرح گویا مجھے نظر آ رہی ہے۔

[ایک اور روایت میں اس طرح ہے:]

جیسے پانی کے گہراؤ میں پرندے کا سینہ۔

[ایک اور روایت میں اس طرح ہے:]

تمہارا شہر اللہ کے سب شہروں سے مٹی کے لحاظ سے گند اور بد بودار ہے۔ یہ (سمدر کے) پانی سے قریب اور آسمان سے دور ہے۔ برائی کے دس حصوں میں سے نو حصے اس میں پائے جاتے ہیں جو اس میں آ پہنچا وہ اپنے گناہوں میں اسیر ہے اور جو اس سے چل دیا گفوا الہی اس

(۲۳) وَمِنْ كَلَامِ اللَّهِ عَلَيْهِ الْمَلَامُ

فِي ذَرْفِ أَهْلِ الْبَصَرَةِ

كُنْتُمْ جُنْدَ الْمَرْأَةِ وَ أَتْبَاعَ الْبَهِيمَيَةِ،
رَغَا فَأَجْبَتُمْ، وَ عُقَرَ فَهَرَبْتُمْ.
أَخْلَاقُكُمْ دِقَاقٌ وَ عَهْدُكُمْ شَقَاقٌ، وَ
دِينُكُمْ نِفَاقٌ وَ مَآؤِكُمْ رُعَاقٌ،
وَ الْمُقِيمُ بَيْنَ أَظْهَرِكُمْ مُرْتَهَنٌ
بِذَنْبِهِ، وَ الشَّاكِحُ عَنْكُمْ مُتَدَارِكٌ
بِرَحْمَةِ مَنْ رَبَّهُ. كَانَى بِسَجِيدَكُمْ كَجُوجُ جُوْ
سَفِينَةٍ، قَدْ بَعَثَ اللَّهُ عَلَيْهَا الْعَذَابَ
مِنْ فَوْقَهَا وَ مِنْ تَحْتَهَا، وَ غَرَقَ
مِنْ فِي ضِمْنِهَا.

[وَفِي رِوَايَةٍ]

وَإِيمُّ اللَّهِ لَتَغْرِقَنَّ بَلْدُكُمْ حَتَّى كَانَى
أَنْظُرُ إِلَى مَسْجِدِهَا كَجُوجُ جُوْ سَفِينَةٍ، أَوْ
نَعَامَةٌ جَاثِمَةٌ.

[وَفِي رِوَايَةٍ]

كَجُوجُ جُوْ طَيْرٌ فِي لُجَّةِ بَحْرٍ.

[وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى]

بِلَادُكُمْ أَنْتُنَ بِلَادُ اللَّهِ ثُوبَةً،
أَقْرَبُهَا مِنَ السَّمَاءِ وَ أَبْعَدُهَا مِنَ
السَّمَاءِ وَ بِهَا تِسْعَةُ أَعْشَارِ الشَّرِّ،
الْمُحْتَبِسُ فِيهَا بِذَنْبِهِ، وَ الْخَارِجُ

کے شریک حال رہا۔ گویا میں اپنی آنکھوں سے اس بستی کو دیکھ رہا ہوں کہ سیلا ب نے اسے اس حد تک ڈھانپ لیا ہے کہ مسجد کے کنگروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور وہ یوں معلوم ہوتے ہیں جیسے سمندر کے گہرا و میں پرندے کا سینہ۔

--☆☆--

بِعَفْوِ اللَّهِ。 كَانَتْ أَنْظُرُ إِلَى قَرْيَتَنْكُمْ
هَذِهِ قَدْ طَبَقَهَا الْمَاءُ، حَتَّىٰ مَا يُرَى
مِنْهَا إِلَّا شُرْفُ الْمَسْجِدِ، كَانَهُ جُؤْجُؤُ طَبِيرٍ
فِي لُجَّةِ بَحْرٍ۔

-----☆☆-----

مث این میشم لکھتے ہیں کہ: جب جنگِ جمل ختم ہو گئی تو اس کے تیرے دن حضرتؐ نے بصرہ کی مسجد جامع میں صحیح کی نماز ادا کی اور نماز سے فارغ ہو کر مصلیٰ کی دایں جانب دیوار سے ٹیک لکا کر کھڑے ہو گئے اور یہ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اہل بصرہ کی پستی اخلاق اور ان کی بیکی عقلی کا تذکرہ کیا ہے کہ وہ بے سوچے سمجھے دوسروں کے بھڑکانے پر بھڑک اٹھے اور ایک عورت کے ہاتھوں میں اپنی کمان سونپ کر اونٹ کے پچھے لگ گئے اور بیعت کے بعد بیمان شکنی کی اور دورنخی کر کے اپنی پست کرداری و بد باطنی کا ثبوت دیا۔ اس خطبہ میں عورت سے مراد حضرت عائشہ اور چوپائے سے مراد وہ اونٹ ہے کہ جس کی وجہ سے بصرہ کا معزکہ کارزار "جنگِ جمل" کے نام سے مشہور ہوا۔

اس جنگ کی داغ بیل یوں پڑی کہ جناب عائشہ باوجود یہ کہ حضرت عثمان کی زندگی میں ان کی سخت مخالفت کیا کرتی تھیں اور حماسہ میں ان کو چھوڑ کر مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئی تھیں اور اس اعتبار سے ان کے قتل میں ان کا کافی ہاتھ تھا جس کی تفصیل آئندہ مناسب موقعوں پر آئے گی، مگر جب آپ نے مکہ سے مدینہ کی طرف پلتئے ہوئے عبد اللہ ابن ابی سلمہ سے یہ سنا کہ عثمان کے بعد علی ابی طالب علیہ السلام غلیظ تعلیم کر لئے گئے ہیں تو بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا:

لَيْتَ أَنَّ هَذِهِ الْأَطْبَقَتْ عَلَىٰ هَذِهِ إِنْ! تَمَّ الْأَكْمَرُ لِصَاحِبِكَ! رُدُوفِينَ رُدُوفِينَ!
اگر تمہارے ساتھی کی بیعت ہو گئی ہے تو کاش! یہ آسمان زمین پر پھٹ پڑے، مجھے اب مکہ ہی کی طرف جانے دو۔
چنانچہ آپ نے مکہ کی واپسی کا تہبیہ کر لیا اور فرمانے لگیں:

قُتِلَ وَاللَّهُ عَمَّا رَأَىٰ مَطْلُومٌ، وَاللَّهُ لَا يَأْطُلُنَّ بِدَمِهِ.

غدائلی قسم عثمان مظلوم مارے گئے اور میں ان کے خون کا انتقام لے کر رہوں گی۔

عبد اللہ ابن ابی سلمہ نے جب یوں زمین و آسمان بدلادیکھا تو جیرت سے کہا کہ: یہ آپ کیا فرمائی ہی ہیں؟ آپ تو فرمایا کرتی تھیں: «أُقْتُلُوا نَحْشَلًا فَقَدْ كَفَرَ»: "اس نعشل ۖ کو قتل کر دو، یہ بے دین ہو گیا۔" آپ نے فرمایا: میں کیا سب ہی لوگ یہ کہا کرتے تھے، مگر چھوڑ و ان با توں کو، جو میں اب کہہ رہی ہوں وہ سنو، وہ زیادہ بہتر اور قابل توجہ ہے۔ بھلا یہی کوئی بات ہوئی کہ پہلے تو ان سے تو بہ کرنے کیلئے

فیروز آبادی نے قاموس میں لکھا ہے کہ: "نعشل" کے معنی زنجیر اور بوڑھے احمد کے ہوتے ہیں اور مدینہ میں ایک یہودی اس نام کا تھا اور ایک دراز ریش شخص بھی تھا جس سے حضرت عثمان کو تنبیہ دی جاتی تھی۔

کہا جاتا ہے اور پھر اس کا موقع دینے بغیر انہیں قتل بھی کر دیا جاتا ہے۔ اس پر ابن ابی سلمہ نے آپ سے مخاطب ہو کر یہ شعر پڑھے:

فَمِنْكُمُ الْبَدَأُ وَ مِنْكُمُ الْغَيْرُ
وَ أَئْتَ أَمْرَتِ يُقْتَلُ الْإِمَامَ وَ مِنْكُمُ الْمَطْرُ
فَهُبْنَا أَطْعَنَاكِ فِي فَتْلِهِ وَ قَاتِلُهُ عِنْدَنَا مِنْ أَمْرِ
وَ لَمْ يَسْقُطِ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهَا وَ لَمْ يَنْكِسِ شَمْسًا وَ الْقَمَرُ
وَ قَدْ بَايَعَ النَّاسُ ذَا تُدْرَءِ يُزِيلُ الشَّبَابَ وَ يُقْيِيمُ الصَّعْرَ
وَ يُلْبِسُ لِلْحَرْبِ آثُواهُمَا وَ مَا مِنْ وَقْفٍ مِثْلُ مِنْ قَدْ غَدَرُ

”آپ ہی نے پہلی کی اور آپ ہی نے (خلافت کے) طوفان بادو بارال اٹھائے اور اب آپ ہی اپنارنگ بدل رہی ہیں۔“

”آپ ہی نے خلیفہ کے قتل کا حکم دیا اور ہم سے کہا کہ وہ بے دین ہو گئے ہیں۔“

”بہم نے مانا کہ آپ کا حکم بجالاتے ہوئے قتل ہمارے ہاتھوں سے ہوا، مگر اصلی قاتل تو ہمارے خود یک وہ ہے جس نے اس کا حکم دیا ہو۔“

”(سب کچھ ہو گیا مگر) نہ آسمان ہمارے اوپر پھٹا اور نہ چاند سورج کو گھن لگا۔“

”اور لوگوں نے اس کی بیعت کر لی جو قوت و شکوہ سے دشمنوں کو ہنکانے والا ہے، تواروں کی دھاروں کو قریب پھٹکنے نہیں دیتا اور (گردنکشوں کے) بل نکال دیتا ہے۔“

”اوڑاٹی کے پورے ساز و سامان سے آراستہ رہتا ہے اور وفا کرنے والا گدار کے مانند نہیں ہوا کرتا۔“ ۱

بہر حال جب آپ انتقامی بندے کو لے کر مکہ پہنچ گئیں تو حضرت عثمان کی مظلومیت کے چھپے کر کے لوگوں کو ان کے خون کا بدل لینے کیلئے ابھارنا شروع کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے عبد اللہ ابن عامر حضرتی نے اس آواز پر لیکی کہی جو حضرت عثمان کے عہد میں مکہ کا والی رہ چکا تھا اور ساتھ ہی مروان ابن حکم، سعید ابن عاص اور دوسرے بنی امیہ، بن مونا بن کراٹھ کھڑے ہوئے۔ ادھر طلحہ ابن عبد اللہ اور زیر ابن عوام بھی مدینہ سے مکہ پلے آئے۔ یعنی ابن منبه جو دو رعمان میں وہاں کا حکمران تھا آئیں چاہ اور بصرہ کا سائبیت حکمران عبد اللہ ابن عامر ابن کریز بھی پہنچ گیا اور آپس میں ایک دوسرے سے گھٹ جوڑ کر کے منصوبہ بندی میں لگ گئے۔ جنگ توہر حال طی تھی مگر رزم گاہ کی تجویز میں فکریں لڑ رہی تھیں۔ حضرت عائشہ کی رائے تھی کہ مدینہ ہی کوتاخت و تاراج کا نشانہ بنایا جائے، مگر کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اہل مدینہ سے پہنچا مشکل ہے اور کسی جگہ کو مرکز بنانا چاہیے۔ آخر بڑی روکد اور سورج بچارے کے بعد طے پایا کہ بصرہ کی طرف بڑھنا چاہیے، وہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ہمارا ساتھ دے سکیں۔ چنانچہ عبد اللہ ابن عامر کی بے پناہ دولت اور یعلیٰ ابن منبه کی چھلا کھود رہم اور چھوسا و نتوں کی پیشگش کے سہارے تین ہزار کی

فوج ترتیب دے کر بصرہ کی طرف چل کھڑے ہوئے۔

راستے میں معمولی سی رکاوٹ پیدا ہوئی جس کی وجہ سے اُمّۃ المؤمنین نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک مقام پر آپ نے کتوں کے بھونکنے کی آواز سنی تو سارے بان سے پوچھ لیا کہ اس بجھ کا کیا نام ہے؟ اس نے کہا کہ: ”حوال“۔ پیغام سنتے ہی پیغمبر ﷺ کی تنبیہ یاد آگئی کہ انہوں نے ایک دفعہ ازدواج سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا: «لَيَتَ شِعْرِي أَيْتُكُنَّ تَنْبُحُهَا كَلَابُ الْحَوَّاءِ»^۱: ”کچھ پتہ تو اونٹ کو تم میں کون ہے جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے۔“ چنانچہ جب آپ کو معلوم ہوا کہ ازدواج کے پردے میں میں ہی مخاطب تھی تو اونٹ کو تھکی دے کر بٹھایا اور سفر کو ملتوی کر دینے کا رادہ کیا۔ مگر ساتھ والوں کی وقتی سیاست نے بگڑے کام کو سنبھال لیا۔ عبد اللہ ابن زیر نے قسم کھا کر یقین دلانے کی کوشش کی کہ یہ مقام حواب نہیں۔ طلحہ نے بھی اس کی تائید کی اور مزید تشقی کیلئے وہاں کے پچاس آدمیوں کو بلوکر اس پر گواہی بھی دلوادی۔ اب جہاں پوری قوم کا جماعت ہو ہاں ایک ایکیلی رائے کیا بنا سکتی تھی؟ آخر انہی کی جیت ہوئی اور اُمّۃ المؤمنین پھر اسی جوش و خوش کے ساتھ آگے چل پڑیں۔

جب یہ سپاہ بصرہ کے قریب پہنچی تو اس میں اُمّۃ المؤمنین کی سواری دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں بھٹی کی چھٹی رہ گئیں۔ جابر یہ ان قدامہ نے آگے بڑھ کر کہا کہ: اے اُمّۃ المؤمنین قتل عثمان تو ایک مصیبت تھی ہی لیکن اس سے کہیں یہ بڑھ کر مصیبت ہے کہ آپ اس ملعون اونٹ پر بیٹھ کر بگل کھڑی ہوں اور اپنے ہاتھوں سے اپنادامن عربت و حرمت پاک کر دا لیں۔ بہتر یہی ہے کہ واپس پلٹ جائیں۔ مگر جب حواب کا واقعہ عنان گیر نہ ہو سکا اور ﴿قَرَنْ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾^۲: ”اپنے گھروں میں نکل کر بیٹھی رہو“ کا حکم زنجیر پانہ بن سکا تو ان آوازوں کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ چنانچہ آپ نے سئی آن سنی کر دی۔

جب اس لٹکرنے شہر میں داخل ہونا چاہا تو ولی بصرہ عثمان ابن حنیف فوج کا ایک دستہ لے کر ان کی روک تھام کیلئے بڑھے۔ جب آمنا سامنا ہوا تو دونوں فریقوں نے تواریں نیاموں سے نکال لیں اور ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے۔ جب دونوں طرف سے اچھی خاصی تعداد میں آدمی مارے گئے تو حضرت عائشہ نے اپنے اٹر سے کام لے کر بیچ بچاؤ کر دیا اور فریقین اس قرارداد پر صلح کیلئے آمادہ ہو گئے کہ جب تک امیر المؤمنین علیہ السلام خود آنہیں جاتے موجودہ نظم و نسق میں کوئی ترمیم نہ کی جائے اور عثمان ابن حنیف اپنے منصب پر بحال ریں۔ مگر دو ہی دن گزرنے پائے تھے کہ انہوں نے سارے عہدو پیمان توڑ کر عثمان ابن حنیف پر شکون مارا اور چالیں بے ہنا ہوں کو جان سے مارڈا اور عثمان ابن حنیف کو زد و کوب کرنے کے بعد ان کی داڑھی کا ایک ایک بال نوچ ڈالا اور اپنی حرast میں لے کر بند کر دیا پھر بیت المال پر حملہ کیا اور اسے لوٹنے کے ساتھ میں آدمی و بیل قتل کر ڈالے اور پچاس آدمیوں کو گرفتار کرنے کے بعد تیغ کیا۔ پھر غلمہ کے انبار پر دھاوا بول دیا جس پر بصرہ کے ایک ممتاز سر برآور دہ بزرگ حکیم ابن جبل تو پ اٹھے اور اپنے آدمیوں کو لے کر وہاں پہنچ گئے اور عبد اللہ ابن زیر سے کہا کہ اس غلمہ میں سے کچھ اہل شہر کیلئے بھی رہنے دیا جائے، آخنظام کی بھی کوئی مدد ہوتی ہے، تم نے ہر طرف خوزینی و غارت گری کا طوفان چارکھا ہے اور عثمان

^۱ الاکمل فی التاریخ، ابن الاعیش، ج ۲، ص ۵۷۳۔

^۲ سورہ احزاب، آیت ۳۳۔

ابن حنیف کو قید میں ڈال دیا ہے۔ خدا لکھتے ان تباہ کاریوں سے باز آؤ اور عثمان ابن حنیف کو چھوڑو، کیا تمہارے دلوں میں اللہ کا خوف نہیں؟ ابن زبیر نے کہا کہ: یہ خون عثمان کا بدلہ ہے۔ آپ نے کہا: جن لوگوں کو قتل کیا گیا ہے کیا وہ عثمان کے قاتل تھے، خدا کی قسم! اگر میرے پاس اعوان و انصار ہوتے تو میں ان مسلمانوں کے خون کا بدلہ ضرور لیتا۔ جنہیں تم لوگوں نے نا حق مار ڈالا ہے۔ ابن زبیر نے جواب دیا کہ: مددوہم اس غمہ میں سے کچھ دیں گے اور نہ عثمان ابن حنیف کو چھوڑ اجائے گا۔ آخر ان دونوں فریاق میں اڑائی کی ٹھنگی میں گر چند آدمی اتنی بڑی فوج سے کیوں نکل نہ سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حکیم ابن جبلہ اور ان کے بیٹے اشرف ابن حکیم اور ان کے بھائی علی ابن جبلہ اور ان کے قبلہ کے ستر آدمی مار ڈالے گئے۔ غرض نیک ہر طرف مار دھاڑ اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی، نہ کسی کی جان محفوظ تھی اور نہ کسی کی عربت و مال کے بچاؤ کی کوئی صورت تھی۔

جب امیر المؤمنین علیہ السلام کو بصرہ کی روائی کی اطلاع دی گئی تو آپ اس پیش قدی کو روکنے کیلئے ایک فوج کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے، اس عالم میں کہ ستر بدریین اور چار سو بیعت رضوان میں شریک ہونے والے صحابہ آپ کے ہمراہ کاب تھے۔ جب مقام ذاتی قادر پر پہنچ کر منزل کی تو حسن علیہ السلام اور عمار ابن یاسر کو کوفہ روانہ کیا کہ وہاں کے لوگوں کو جہاد کی دعوت دیں۔ چنانچہ ابو موسی اشعری کی رخنه اندازیوں کے باوجود وہاں کے سات ہزار بندوں ازماٹ کھڑے ہوئے اور امیر المؤمنین علیہ السلام کی فوج میں مل گئے۔ یہاں سے فوج کو مختلف سپہ سالاروں کی زیر قیادت ترتیب دے کر شمن کے تعاقب میں چل پڑے۔

دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ:

جب یہ ساہ بصرہ کے قریب پہنچی تو سب سے پہلے انصار کا ایک دستہ سامنے آیا جس کا پرچم ابو ایوب انصاری کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے بعد ہزار سواروں کا ایک اور دستہ نمودار ہوا جس کے سپہ سالار خزیمه بن ثابت انصاری تھے۔ پھر ایک اور دستہ نظر پڑا جس کا علم ابو قاتدہ ابن ربعی الٹھائے ہوئے تھے۔

پھر ایک ہزار بوڑھے اور جوانوں کا جمگھنا دھکائی دیا جن کی بیٹائیوں پر سجدوں کے نشان چمک رہے تھے، چہروں پر خشیت الہی کے نقاب پڑے ہوئے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا جلالی بکریا کے سامنے موقف حساب میں کھڑے ہیں۔ ان کا سپہ سالار سبز گھوڑے پر سوار سفید لباس میں ملبوس اور سر پر عمامة باندھے بآواز بلند قرآن کی تلاوت کرتا جا رہا تھا۔ یہ حضرت عمار ابن یاسر تھے۔ پھر ایک دستہ نظر آیا جس کا علم قیس ابن سعد ا بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا۔

پھر ایک فوج دیکھنے میں آئی جس کا قائد سفید لباس پہنے اور سر پر سیاہ عمامة باندھتھا اور خوش جمال اتنا کہ زکا میں اس کے گرد طواف کر رہی تھی۔ یہ عبد اللہ ابن عباس تھے۔

پھر اصحاب پیغمبر کا ایک دستہ آیا جس کے علمبردار قشم ابن عباس تھے۔

پھر چند دستوں کے گزرنے کے بعد ایک انبوہ کشی نظر آیا جس میں یزوں کی یہ کثرت تھی کہ ایک دوسرے میں گھٹے جا رہے تھے اور زنگ رنگ کے پھریرے لہرا رہے تھے۔ ان میں ایک بلند و بالا علم امتیازی شان لئے ہوتا اور اس کے پیچے جلال و عظمت کے پھروں میں

ایک سوار دھنائی دیا جس کے بازو بھرے ہوتے اور نگاہیں میں گڑی ہوتی تھیں اور یہیت وقار کا یہ عالم تھا کہ کوئی نظر اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ یہ اسلام الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے جن کے دائیں بائیں حن او رحیم علیہما السلام تھے اور آگے آگے محمد بن حفیظ پر چم فتح و اقبال لئے ہوتے آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہے تھے اور پچھے جوانان بنی ہاشم، اصحاب بدرا و عبد اللہ ابن جعفر ابن ابی طالب تھے۔ جب یہ شکر مقام زادیہ پر پہنچا تو امیر المؤمنین علیہ السلام گھوڑے سے پینچھے اتر آئے اور چار کرعت نماز پڑھنے کے بعد خاک پر خسار رکھ دینے اور جب سرا اٹھایا تو زین آنونوں سے تھی اور زبان پر یہ الفاظ تھے: ”اے آسمان وزمین اور عرش بریں کے پروردگار! یہ بصرہ ہے، اس کی بھلانی سے ہمارا دامن بھرا اور اس کے شر سے نہیں اپنی پناہ میں رکا۔“

پھر یہاں سے آگے بڑھ کر میدانِ جمل میں اتر پڑے کہ جہاں حریف پڑا وڈا لے ہوئے تھا۔ حضرت نے سب سے پہلے اپنے شکر میں اعلان فرمایا کہ: دیکھو کوئی کسی پر ہاتھ نہ اٹھائے اور زندگی میں پہل کرے۔ یہ فرمایا کہ فوجِ خلافت کے سامنے آئے اور طلحہ و زیر سے کہا کہ: تم عائشہ سے خدا اور رسول کی قسم دے کر پوچھو کیا میں خونِ عثمان سے بریِ الذم نہیں ہوں؟ اور جو کچھ تم ان کے متعلق کہا کرتے تھے کیا میں بھی وہی کچھ کہا کرتا تھا؟ اور کیا میں نے تم کو بیعت میلنے مجبور کیا تھا؟ اتم نے خود اپنی رضا مندی سے بیعت کی تھی؟ طلحہ و ان باتوں پر چراغ پا ہوئے لگے، مگر زیرِ زم پڑ گئے اور حضرت اس گفتگو کے بعد پلٹ آئے اور مسلم مجاشعی کو قرآن دے کر ان کی طرف بھیجا، تاکہ انہیں قرآن مجید کا فیصلہ سنائیں۔ مگر ان لوگوں نے دونوں کو تیروں کی زد پر رکھ لیا اور اس مرد باندا کا جسم چلنی کر دیا۔ پھر عمار یا سر تشریف لے گئے تاکہ انہیں سمجھائیں بھائیں اور جنگ کے نتائج سے آکاہ کریں، مگر ان کی باتوں کا جواب بھی تیروں سے دیا گیا۔

ابھی تک امیر المؤمنین علیہ السلام نے ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی تھی جس کی وجہ سے دشمن کے حوصلے بڑھتے گئے اور وہ لگاتار تیر برساتے رہے۔ آخر چند جانبازوں کے دم توڑنے سے امیر المؤمنین علیہ السلام کی فوج میں بوکھلا ہٹ سی پیدا ہوئی اور کچھ لوگ چند لاشیں لے کر آپ کے سامنے آئے اور کہا کہ: یا امیر المؤمنین! آپ ہمیں لڑنے کی اجازت نہیں دیتے اور وہ ہمیں چھٹنی کئے دے رہے ہیں۔ بھلاکب تک ہم اپنے سینوں کو غاموشی سے تیروں کا ہدف بناتے رہیں گے اور ان کی زیادتیوں پر ہاتھ پر ہاتھ دھرے پیٹھے رہیں گے۔

اس موقع پر حضرت کے تیور بدے مگر ضبط و حلم سے کام لیا اور اسی حالت میں بے زرہ و سلاح اٹھ کر دشمن کی فوج کے سامنے آئے اور پکار کر کہا کہ: زیرِ کہاں ہے؟ پہلو تو زیر سامنے آنے سے پچکائے مگر جب دیکھا کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے تو وہ سامنے بڑھ کر آئے۔ حضرت نے فرمایا: کیوں اے زیرِ تمہیں یاد ہے کہ ایک دفعہ رسول ﷺ نے تم سے کہا تھا کہ: «یا زبینو! إِنَّكَ تُقَااتِلُ عَلَيْا وَأَنْتَ لَهُ ظَالِمٌ»۔ اے زیرِ اتم علیؑ سے ایک دن جنگ کرو گے اور غلام و زیادتی تمہاری طرف سے ہو گی۔ زیر نے کہا کہ: ہاں فرمایا تھا تو آپ نے کہا: پھر کیوں آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ: ذہن سے اتر گیا تھا اور اگر پہلے سے یاد آگیا ہوتا تو بھی ادھر کارخ نہ کرتا۔ فرمایا: اچھا اب تو یاد آگیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں! اور یہ کہہ کر وہ سید ہے ام المؤمنین کے پاس پہنچا اور کہنے لگے کہ: میں تو واپس جا رہا ہوں۔ ام المؤمنین

نے کہا کہ: اس کی وجہ؟ کہا: ابو الحسن علیہ السلام نے ایک بھولی ہوئی بات یاد دلادی ہے۔ میں بے راہ ہو چکا تھا، مگر اب راہ پر آگئیا ہوں اور کسی قیمت پر بھی علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے نہیں لڑوں گا۔ امیر المؤمنین نے کہا کہ: تم اولاد عبدالمطلب کی تواروں سے ڈر گئے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں اور یہ کہہ کر با گیں موڑ لیں۔ بہر صورت یہی غیمت ہے کہ ارشاد پیغمبرؐ کا کچھ تو پاس و لحاظ کیا، ورنہ مقام حواب پر رسول ﷺ کی بات یاد آجائے کے باوجود وقت متأثر کے علاوہ کوئی دیر پاٹ نہیں لیا گیا تھا۔

بہر حال جب امیر المؤمنین علیہ السلام اس گفتگو کے بعد پلٹ کر آئے تو دیکھا کہ دشمنوں نے فوج کے داہنے اور بائیں حصے پر حملہ کر دیا ہے۔ حضرتؐ نے یہ دیکھا تو فرمایا کہ: بس اب جدت تمام ہو چکی ہے، میرے بیٹھنے کو بلاؤ۔ وہ حاضر ہوئے تو فرمایا: بیٹا! اب حملہ کر دو۔ محمدؐ نے سر جھکایا اور علم لے کر میدان کی طرف بڑھے، مگر تیر اس کثرت سے آرہے تھے کہ ٹھنک کر کھڑے ہو گئے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے یہ دیکھا تو پاک کر کہا کہ: محمدؐ! آگے کیوں نہیں بڑھتے۔ کہا کہ: بیبا! تیروں کی بوچھاڑ میں آگے بڑھنے کا کوئی راستہ بھی ہو، بس اتنا تو فرمائیے کہ تیروں کا ذرا ذرختم جائے۔ فرمایا کہ: نہیں! تیروں اور سناؤں کے اندر گھس کر حملہ کرو۔ ابن حنفیہ کچھ آگے بڑھے، مگر تیر اندازوں نے اس طرح گھیرا اذالا کہ قدم روک لینے پڑے۔ یہ دیکھ کر امیر المؤمنین علیہ السلام کی جہین پر شکن آئی اور آگے بڑھ کر توار کا دستہ محمدؐ کی پشت پر مارا اور فرمایا: «آذرَكَ عَزِيزُ
قِمْ أَمِّكَ»۔ یہ مادری رگ کا اثر ہے۔ اور یہ کہہ کر علم ان کے ہاتھ سے لے لیا اور آستینوں کو چڑھا کر اس طرح حملہ کیا کہ ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک فوج دمن میں تھلکدی ہو گیا۔ جس صفت کی طرف مڑے وہی صفت غالی تھی اور جہر کا رخ کیا لاش تڑپتے ہوئے اور سر گھوڑے کے سموں سے لنڈھلتے ہوئے نظر آتے تھے۔ جب صفوں کو زدہ بالا کر کے پھر اپنے مرکز کی طرف پلٹ آئے تو ابن حنفیہ سے فرمایا کہ: دیکھو بیٹا! اس طرح سے جنگ کی جاتی ہے اور یہ کہہ کر پھر علم انہیں دیا۔ فرمایا کہ: اب بڑھو! محمد انصار کا ایک دستہ لے کر دمن کی طرف بڑھے۔ دشمن بھی نیزے بلاتے ہوئے اور برچھیاں تو لتے ہوئے آگے بلکی آئے، مگر شیر دل باپ کے جری پیٹھے نے سب پرے الٹ دینے اور دوسرے جانب مجاہدوں نے بھی میدان کا رزاکر لازم بنا دیا اور کشتوں کے ڈھیر لگا دینے۔

ادھر سے بھی جال شماری کا حق پوری طرح ادا کیا جا رہا تھا۔ لاثوں پر لاشیں گر رہی تھیں، مگر اونٹ کے گرد پر واندوار جان دیتے رہے اور بنی ضربہ کی تو یہ حالت تھی کہ اونٹ کی لکمیل تھا منے پر ہاتھ کھینبیوں سے کٹ رہے تھے اور سینے چھر رہے تھے، مگر زبانوں پر موت کا ترانہ گجتا تھا:

الْمَوْتُ أَخْلَى عِنْدَنَا مِنَ الْعَسْلُ
نَخْنُ بُنُوٰ صَبَّةً أَصْحَابُ الْجَمَلُ
نَخْنُ بُنُوٰ الْمَوْتُ إِذَا الْمَوْتُ نَزَلُ
رُدُّوا عَلَيْنَا شَيْخَنَا ثُمَّ نَجِيلُ

”ہمارے نزدیک موت شہد سے زیادہ شیریں ہے۔ ہم میں بوضبہ اونٹ کے رکھوائے۔“

”ہم موت کے پیٹھے میں ہیں جب موت آئے۔ ہم اب عفان کی سماں نیزوں کی زبانی سنتے ہیں۔“

”ہمیں ہمارا سردار وابس پلانادو (ولیے کاویسا) اور بس“۔^{۱۴}

ان بنی شبه کی پست کرداری اور دین سے بے خبری کا اندازہ اس ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے جسے مدائی نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ: میں نے بصرہ میں ایک شخص کا کان کھٹا ہوا دیکھا تو اس سے اس کا سبب پوچھا۔ اس نے بتایا کہ میں ”جبل“ کے میدان میں کشتوں کا منظر دیکھ رہا تھا کہ ایک زخمی نظر آیا جو کبھی سر اٹھاتا تھا اور کبھی زین پر دے مارتا تھا۔ میں قریب ہوا تو اس کی زبان پر دو شعر تھے:

لَقَدْ أَوْرَدْنَا حَوْمَةَ الْمُوتِ أُفْنَا
فَلَمْ نَتَصْرُفْ إِلَّا وَ تَخْنُ رِوَاءُ
أَطْعَنَا بَيْنَ تَيْمٍ لِشَقْوَةِ جَدِّنَا
وَ مَا تَيْمٌ إِلَّا أَعْبُدُ وَ إِمَاءُ
”ہماری ماں نے ہمیں موت کے گھرے پانی میں ڈھکیل دیا اور اس وقت تک پلنے کا نام نہ لیا جب تک ہم چھک کر سیراب نہ ہو لئے۔“^{۱۵}

”ہم نے خومی قسمت سے بنی تمم کی اطاعت کر لی، حالانکہ ان کے مرد غلام اور ان کی عورتیں کنیزیں ہیں۔“
میں نے اس سے کہا کہ اب شعر پڑھنے کا کون ساموں قع ہے، اللہ کو یاد کرو اور کلمہ شہادت پڑھو۔ یہ کہنا تھا کہ اس نے مجھے غصہ کی نظریوں سے دیکھا اور ایک سخت قسم کی گالی دے کر کہا کہ: تو مجھ سے کہتا ہے کہ میں کلمہ پڑھوں اور آخری وقت میں ڈرجاؤں اور ارب بے صبری کا مظاہرہ کروں؟ یہ سن کر مجھے بڑی یحیرت ہوئی اور مزید کچھ کہنا سننا مناسب نہ سمجھا اور پلنے کا ارادہ کیا۔ جب اس نے جانے کیلئے مجھے امادہ پایا تو کہا کہ ٹھہر و تمہاری خاطرات سے پڑھ لیتا ہوں، لیکن مجھے سکھا دو۔ میں اسے کلمہ پڑھانے کیلئے قریب ہوا تو اس نے کہا اور قریب آؤ میں اور قریب ہوا تو اس نے میرا کان دانتوں میں دبایا اور اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک کہ اسے ہڑ سے دکاٹ لیا۔ میں نے سوچا کہ اس مرتبے ہوئے پر کیا یا تھا جھاؤں اسے لعن طعن کرتا ہوا پلنے کیلئے تیار ہوا تو اس نے کہا کہ: ایک بات اور سن لو۔ میں نے کہا کہ وہ بھی سناؤ تا کہ ہمیں کوئی حسرت نہ رہ جائے۔ اس نے کہا کہ: جب اپنی ماں کے پاس جانا اور وہ پوچھ کر یہ کان کس نے کاٹا ہے تو کہنا کہ عمر وابن اہلب ضی نے کہ جو ایک ایسی عورت کے بھرے میں آگیا تھا جو امیر المؤمنین بننا چاہتی تھی۔^{۱۶}

بہر صورت جب تواروں کی کوندی ہوئی بھیلوں نے ہزاروں کے خرمن ہستی کو بجسم کر دیا اور بنی ازو بنی شبه کے سینکڑوں آدمی گلیل پکونے پر کٹ مرے تو حضرت نے فرمایا: «أَعْقِرُوا الْجَبَلَ فَإِنَّكُمْ شَيْطَانُونَ»۔^{۱۷} ”اس اونٹ کو پپے کرو، یہ شیطان ہے۔“ اور یہ کہہ کر ایسا سخت حملہ کیا کہ چاروں طرف سے الامان والخفیظ کی صدائیں آنے لگیں۔ جب اونٹ کے قریب پہنچ تو اشتہنخی سے کہا کہ: دیکھتے کیا ہوا سے پے

^{۱۴} دیوان الحماسۃ، ج ۱، ص ۱۰۳۔

^{۱۵} مردوح الذہب، ج ۱، ص ۳۲۱۔

^{۱۶} شرح ابن القیم، ج ۱، ص ۲۵۳۔

کرو۔ چنانچہ اشرفت نے ایسا بھر پور ہاتھ چلایا کہ وہ بلبلاتا ہوا سینہ کے بل زمین پر گرا۔ اور اونٹ کا گرتا تھا کہ فوج مخالف میں بھکر دیجئے گئے اور جناب عائشہ کا ہودج یکہ وہ تہارہ گیا۔ اصحاب امیر المؤمنینؑ نے بڑھ کر ہودج کو سنبھالا اور محمد بن ابی بکرؓ نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے حکم سے حضرت عائشہؓ کو صفیہ بنت حارث کے مکان پر پہنچا دیا۔

۳۴ جمادی الثانیہ کو یہ معرکہ نظہر کے وقت شروع ہوا اور اسی دن شام کو ختم ہو گیا۔ اس میں امیر المؤمنین علیہ السلام کے بائیک ہزار کے لشکر میں سے ایک ہزار ستر اور دوسری روایت کی بناء پر پانچ سو افراد شہید ہوئے اور امیر المؤمنین کے تیس ہزار کے لشکر میں سے ستر ہزار، دوسرے قول کی بناء پر بیس ہزار کام آئے اور پیغمبر ﷺ کے اس ارشاد کی پوری تصدیق ہو گئی کہ: «لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَّلَوَا أَمْرَأً»^{۱۶}: وہ قوم کمھی کامنہ نہیں دیکھ سکتی جس کی قیادت عورت کے ہاتھ میں ہو۔ (کتاب الامامة والیاست، مروج الذهب، عقد الغریب، تاریخ طبری)

۵ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام کی اس پیشین گوئی کے مطابق بصرہ دو دفعہ غرقاً تھا: ایک دفعہ قادر بالله کے دور میں اور ایک دفعہ قائم بالمرالله کے عہد حکومت میں۔ اور غرق ہونے کی بالکل یہی صورت تھی کہ شہر تو زیر آب تھا اور مسجد کے کنگرے پانی کی سطح پر یوں نظر آتے تھے جیسے کوئی پرندہ سینے ٹیکے بیٹھا ہو۔

